رسائل و مسائل

احادیث کی تاویل کا صحیح طریقہ

سوال : ابو زید صاحب اصلاحی کا ایک مضمون ماہ جولائی ۶۲ء کے فاران میں شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے "ضمیر کی اصلاح اور درستی"۔ اس مضمون میں ذیل کی حدیث نقل ہوئی ہے۔ حدیث ہے "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر تم لوگوں نے گناہ نہ کیا تو تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ اٹھا لے گا اور ایک دوسری قوم لے آئیگا جو گناہ کرے گی اور مغفرت چاہے گی۔ پس اللہ اس کو بخش دے گا"۔

ہم سب جانتے ہیں کہ عوام کے ذہنوں میں گناہ کا تصوّر صرف کبائر ہی کا ہے۔ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ گناہ کے معنی ہیں زنا اور اس کی قبیل اور جھوٹ، چوری۔ اگر سوسائٹی کسی قدر معیاری ہو تو غیبت کو بھی کبھی کبھار گناہ سمجھا جاتا ہے۔ ورنہ نماز نہ پڑھنا، روزہ نہ رکھنا، زکوٰۃ ادا نہ کرنا، استطاعت پر حج نہ کرنا، کسی کا مذاق اڑانا، کسی کو بُرے ناموں سے پکارنا، بعض مرتبہ رشوت بھی لے لینا، سُود لینا اور سود دینا، لذتِ نفس کے لیے ایک دوسرے کی مذاقاً غیبت کر لینا، سینما دیکھنا، غضِّ بصر نہ کرنا، عورتوں کا بے پردہ گھومنا اور اسی طرح کئی حدود پھلانگنا بھی گناہ نہیں ہیں۔ صغائر کو چھوڑ ہی دیجیے۔

ان حالات کے تحت اگر یہ حدیث عوام پڑھیں تو کیا ان میں کا بیشتر طبقہ اس بات پر خوش نہ ہوگا کہ وہ تو گناہ کر ہی نہیں رہے ہیں، اگر وہ اس وعید والی حدیث پر عمل نہ کریں تو یقیناً وہ تباہی کا شکار ہو جائیں گے۔ یعنی وہ صرف اپنے پروردگار کی خوشنودی کی خاطر یا تباہی سے بچنے کے لیے زنا، چوری، جھوٹ وغیرہ قسم کے گناہوں کا جن کو ہی وہ گناہ سمجھتے ہیں ارتکاب اور اس کے بعد توبہ اپنے اوپر لازمی قرار دیں گے۔ یا اگر

چند افراد میں دینی حس پیدا ہو گئی ہو تو وہ یہ خیال کرنے لگیں گے کہ جو لوگ ابتداءِ عمر ہی سے بہت کم کبائر میں مبتلا ہوئے ہوں وہ قوم کے لیے نقصان دہ ہونگے۔ انہیں گناہ کرنا لازمی ہوگا اور اس کے بعد توبہ۔ یا بعض ہمدردانِ قوم جب یہ دیکھیں گے کہ ان کی اولاد گناہوں میں ہی مبتلا ہو رہی ہے تو وہ صرف اس لیے انجان ہو جائیں گے کہ اس میں قوم کی بھلائی ہے اور انہیں بعد میں توبہ کی توفیق مل جائے گی۔ یہ توبہ اور استغفار کا طریقہ سچ مچ ایک حکمت ہوتا تو اسلاف، ضرور تعاونوا علی الاثم والعدوان کی نصیحت اپنی اولاد کو کرتے تاکہ ایسا نہ ہو کہ نیکیوں کی کثرت کی وجہ سے وہ اٹھا لیے جاتے اور ان کے بجائے گنہگار قومیں چینی، تاتاری اور حبشی وغیرہ آ جاتے۔

ناچیز کو یوں محسوس ہوتا ہے کہ مندرجہ بالا حدیث دین کی غربت کے دور میں بنائی گئی ہوگی۔ اس غربت کے دور میں جب احادیث پر عمل نہیں ہوتا تھا بلکہ اپنے اعمال کی تائید میں احادیث کا REFERENCE دیا جاتا تھا۔ یا واقدی اور ان جیسے دوسرے لوگ، اپنے نفس کو مطمئن کرنے کے لیے یا خلفاءِ وقت اور امراء اور سلاطین کو خوش کرنے کے لیے ایسی احادیث گھڑا کرتے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس میں استغفار کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے لیکن جتنی اہمیت استغفار کی ہے اس سے کہیں زیادہ گناہ پر آمادہ کیا گیا ہے۔ میرا جہاں تک مشورہ ہے، تو ایسی احادیث کو حدیثوں کی کتابوں سے بالکل نکال دیا جائے یا عوام کے سامنے پیش ہی نہ کیا جائے۔

جواب:- کسی حدیث کو رد کرنے کا یہ طریقہ صحیح نہیں ہے کہ آدمی اس کے مضمون پر تھوڑا سا غور کرے اور اگر بات سمجھ میں نہ آئے، یا اس کا کوئی غلط مفہوم ذہن میں پیدا ہو جائے تو بے تکلف یہ فیصلہ کر دے کہ حدیث گھڑی ہوئی ہے اور ایک نظریہ یہ بھی ساتھ ساتھ قائم کرے کہ فلاں فلاں وجوہ سے یہ گھڑی گئی ہوگی۔ اس طریقے سے احادیث پرکھی جانے لگیں تو نہ معلوم کتنی صحیح حدیثوں کو دریا بُرد کر ڈالا جائے گا۔ حدیثوں کو پرکھنے کے لیے علمِ حدیث کی گہری واقفیت ضروری ہے

اور اس کے بعد دوسری ضروری چیز یہ ہے کہ آدمی میں بات کے مغز کو پہنچنے کی عمدہ صلاحیت ہو۔ اس طرح جب روایت اور درایت میں صحیح توازن قائم ہو جائے تب انسان اس قابل ہو سکتا ہے کہ احادیث کو جانچ کر ان کی صحت و سقم اور ان کے مضمون کی معنوی حیثیت کے متعلق کوئی رائے قائم کرے۔

جس حدیث کے متعلق آپ نے تنقید کی ہے وہ مسلم، ترمذی اور مسند احمد میں متعدد طریقوں سے منقول ہوئی ہے اور روایت کے اعتبار سے اس پر کوئی وزنی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ رہا اس کا مضمون، تو اس موضوع سے متعلق جو دوسری احادیث وارد ہوئی ہیں ان سب کے ساتھ ملا کر اسے پڑھا جائے تو اس کا یہ مطلب نہیں نکلتا کہ آدمی کو جان جان کر گناہ کرنا چاہیے اور پھر توبہ کر لینی چاہیے۔ بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ انسان جب تک انسان ہے بالکل بے خطا اور بے گناہ نہیں ہو سکتا۔ انسان کی اصل خوبی یہ نہیں ہے کہ اس سے کبھی گناہ سرزد ہی نہ ہو، بلکہ اس کی اصل خوبی یہ ہے کہ جب بھی اس سے گناہ سرزد ہو جائے، وہ نادم ہو اور اپنے خدا سے معافی مانگے۔ اس مضمون کو ذہن نشین کرنے کے لیے حضورؐ نے فرمایا کہ اگر اللہ کو بے گناہ مخلوق ہی پیدا کرنی ہوتی تو انسانوں کے بجائے کوئی اور مخلوق پیدا کرتا۔ انسان کو تو خدا نے نیکی اور گناہ دونوں کی صلاحیت و استعداد کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اور اس نوعیت کی مخلوق سے بے گناہی مطلوب نہیں ہو سکتی۔ اس کے لیے تو بڑے سے بڑا مقام یہی ہو سکتا ہے کہ تقاضائے بشریت جب بھی اس سے قصور سرزد ہو، اس پر اصرار نہ کرے بلکہ نادم ہو کر استغفار کرے۔